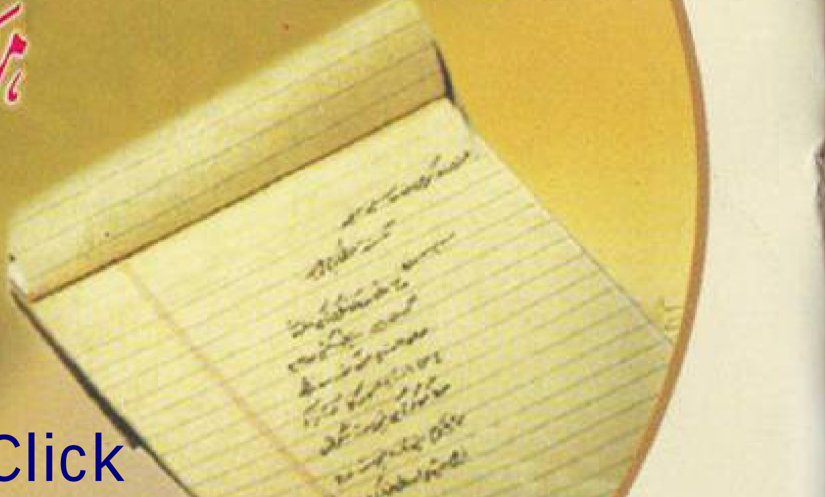
مثنوی غوثیہ

عاشق الرسول مولانا عبد القدیر قادری بدایونی قدس سرہ



ترتیب وتقدیم

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری



مثنوئ غوثیہ

حضرت عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی

ترتیب

اسید الحق محمد عاصم قادری

ناشر

تاج الفحول اکیڈمی بدایوں شریف

سلسلۂ مطبوعات (۳۵)

☆ کتاب : مثنوئ غوثیہ
☆ تصنیف : حضرت عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی
☆ ترتیب : مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری
☆ طبع اول : ۱۳۴۰ھ حسینی پریس حیدرآباد دکن
☆ طبع جدید : ذی قعدہ ۱۴۲۹ھ/نومبر ۲۰۰۸ء
☆ تعداد : گیارہ سو (۱۱۰۰)
☆ کمپوزنگ : عثمانیہ کمپیوٹرز مدرسہ قادریہ بدایوں
☆ تقسیم کار : مکتبہ جام نور، ۴۲۲ مٹیا محل جامع مسجد دہلی
☆ قیمت :

رابطے کے لئے
TAJUL FAHOOL ACADEMY
Madrsa Alia Qadria, Maulvi Mahalla,Budaun-243601 (U.P.) India
Phone : 0091-9358563720

انتساب

حضرت عاشق الرسول کے جاں نثار مرید اور خلیفہ
حضرت مولانا سید فخر الحسن قادری حیدر آبادی
(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)
کے نام
جن کی مخلصانہ کوششوں کے نتیجے میں یہ مثنوی پہلی بار منظر عام پر آئی

جشن زریں

رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے　　یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے

شوال ۱۴۲۹ھ/ مارچ ۲۰۱۰ء میں تاجدار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ بدایوں شریف) کے عہد سجادگی کو پچاس سال مکمل ہونے جارہے ہیں، ان پچاس برسوں میں اپنے اکابر کے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے رشدوہدایت، اصلاح وارشاد، وابستگان کی دینی اور روحانی تربیت اور سلسلۂ قادریہ کے فروغ کے لئے آپ کی جدوجہد اور خدمات محتاج بیان نہیں، آپ کے عہد سجادگی میں خانقاہ قادریہ نے تبلیغی، اشاعتی اور تعمیری میدانوں میں نمایاں ترقی کی، مدرسہ قادریہ کی نشاۃ ثانیہ، کتب خانہ قادریہ کی جدید کاری، مدرسہ قادریہ اور خانقاہ قادریہ میں جدید عمارتوں کی تعمیر، یہ سب ایسی نمایاں خدمات ہیں جو خانقاہ قادریہ کی تاریخ کا ایک روشن اور تابناک باب ہیں۔

بعض وابستگان سلسلہ قادریہ نے خواہش ظاہر کی کہ اس موقع پر نہایت تزک واحتشام سے ''پچاس سالہ جشن'' منایا جائے، لیکن صاحبزادۂ گرامی قدر مولانا اسیدالحق محمد عاصم قادری (ولی عہد خانقاہ قادریہ بدایوں) نے فرمایا کہ ''اس جشن کو ہم 'جشن اشاعت' کے طور پر منائیں گے۔ اس موقع پر اکابر خانوادۂ قادریہ اور علماء مدرسہ قادریہ کی پچاس کتابیں جدید آب وتاب اور موجودہ تحقیقی واشاعتی معیار کے مطابق شائع کی جائیں گی، تاکہ یہ 'پچاس سالہ جشن' یادگار بن جائے اور آستانہ قادریہ کی اشاعتی خدمات کی تاریخ میں یہ جشن ایک سنگ میل ثابت ہو''۔ لہٰذا حضور صاحب سجادہ کی اجازت وسرپرستی اور صاحبزادۂ گرامی کی نگرانی میں تاریخ ساز اشاعتی منصوبہ ترتیب دیا گیا اور اللہ کے بھروسے پر کام کا آغاز کردیا گیا، اس اشاعتی منصوبے کے تحت گزشتہ دس ماہ میں ۱۳؍کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، اب تاج الفحول اکیڈمی منصوبے کے دوسرے مرحلے میں ۱۵؍کتابیں منظر عام پر لا رہی ہے، زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

رب قدیر ومقتدر سے دعا ہے کہ حضرت صاحب سجادہ (آستانہ قادریہ بدایوں) کی عمر میں برکتیں عطا فرمائے، آپ کا سایہ ہم وابستگان کے سر پر تادیر قائم رکھے۔ تاج الفحول اکیڈمی کے اس اشاعتی منصوبے کو بحسن وخوبی پایۂ تکمیل کو پہنچائے اور ہمیں خدمت دین کا مزید حوصلہ اور توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عبدالقیوم قادری
جنرل سکریٹری تاج الفحول اکیڈمی
خادم خانقاہ قادریہ بدایوں شریف

فہرست مشمولات

☆☆☆

عرض مرتب

تاج الفحول اکیڈمی اپنے اشاعتی منصوبے کے دوسرے مرحلے میں حضرت عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر بدایونی کی معرکہ آرا مثنوی ''مثنوئ غوثیہ'' فخر و مسرت کے ساتھ ارباب ذوق کی خدمت میں پیش کر رہی ہے۔گزشتہ ماہ حضرت عاشق الرسول کے پچاسویں یوم وصال (۳ شوال ۱۴۲۹ھ) کے موقع پر آپ کے خطبات کا مجموعہ ''خطبات صدارت'' کے نام سے منظر عام پر لا چکی ہے۔

زیر نظر مثنوی مخصوص حالات کے زیر اثر ۱۳۳۹ھ/۱۹۱۹ء میں نظم کی گئی تھی، اس وقت حضرت عاشق الرسول کی عمر صرف ۲۸ سال تھی۔ممدوح سے والہانہ محبت، جذبۂ خود سپردگی، ناز و نیاز عشق، اور قلبی واردات کا بے ساختہ اظہار اپنی جگہ لیکن اگر محض زبان و بیان کے رخ سے مثنوی کا جائزہ لیا جائے تو انکشاف ہوگا کہ اس پہلو سے بھی مثنوی اعلیٰ شعری کمال کا ایک بے داغ نمونہ ہے، بقول مکرمی ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی ''اس کی زبان و بیان کی حلاوت، عالمانہ بصیرت، الفاظ کی شستگی، تراکیب کی برجستگی صف شعرا میں بھی آپ کو امامت کا حق دار کرتی ہے''۔

یہ مثنوی سب سے پہلی مرتبہ حضرت عاشق الرسول کے مرید اور خلیفۂ مجاز مولانا سید فخر الحسن قادری نے ۱۳۴۰ھ میں حیدرآباد سے شائع کی تھی، اس کے بعد حضرت تاج الفحول کے ''دیوان منقبت'' کے ساتھ شائع ہوتی رہی، اب تاج الفحول اکیڈمی اس کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔

مجھے بحیثیت مرتب اس بات کا اعتراف ہے کہ مثنوی جس پایہ کی ہے اس کا مقدمہ اس کے شایان شان نہیں ہے، مثنوی کے تاریخی پس منظر اور اس میں وارد تلمیحات کی وضاحت کے ساتھ ساتھ اس کا فنی اور لسانی جائزہ بھی لیا جانا ضروری تھا، لیکن میں اپنی نا اہلی، وقت کی قلت اور ہجوم کار کے باعث ایسا نہیں کر سکا۔ بہر حال یہ نقش اول ہے آئندہ انشاء اللہ اس پہلو پر بھی لکھا جائے گا، فی الحال میری اولین ترجیح یہ ہے کہ اکابر خانوادۂ قادریہ کی گراں قدر نگارشات جتنی جلدی ممکن ہو سکے منظر عام پر لے آئی جائیں، ایک بار یہ کام ہو گیا تو پھر آگے تحقیق و تنقید کا کام آسان ہو جائے گا۔

صاحب بصیرت محقق و ناقد اور ماہر فن عروض مکرمی ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی صاحب نے میری درخواست پر اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود اپنی گراں قدر تقریظ سے نوازا، بڑوں کا شکریہ ادا نہیں کیا جاتا بلکہ احسان مانا جاتا ہے میں اس کرم فرمائی پر ان کا احسان مند ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آئندہ بھی وہ کرم فرماتے رہیں گے۔

رب قدیر و مقتدر تاج الفحول اکیڈمی کے ارباب حل وعقد کو خدمت دین کی مزید توفیق دے، اکیڈمی کے تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے، اور میری کوتاہیوں کی پردہ پوشی فرما کر ان کو معاف فرمائے۔ (آمین)

۲۳، شوال المکرّم ۱۴۲۹ھ
۲۴، اکتوبر ۲۰۰۸ء

اسید الحق قادری
مدرسہ قادریہ بدایوں

تقریظ

ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی

ہندوستان کے جن اکابر کو علمائے حرمین شریفین نے اسناد واجازات سے نوازا اور جن کے علم وفضل کا کھلے دل سے اعتراف کیا ان میں مولانا عبدالحلیم انصاری فرنگی محلی اور مولانا عبدالحئ انصاری فرنگی محلی کا نام سرفہرست ہے۔ ۱۲۷۹ھ میں شیخ الدلائل شیخ محمد جمال الحنفی اور محدث ومفتی شافعیہ شیخ احمد بن زین دحلان نے ان علمائے ہند کو ''المرشد الکامل العالم الفاضل الادیب اللوذعی '' جیسے معظم القاب وآداب کے ساتھ یاد فرمایا۔ پھر لگ بھگ ۱۶ برس کے بعد (۱۲۹۵ھ میں) یہ اعزاز وافتخار امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کو حاصل ہوا۔ آپ کو بھی علمائے حرمین شریفین نے معظم القاب وآداب کے ساتھ اسناد واجازات عطا کیں۔ اس کے بعد ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء میں عاشق الرسول حضرت مولانا عبدالقدیر عثمانی بدایونی کا علمائے حرمین وقدس نے والہانہ استقبال کیا آپ کے اعزاز و اکرام کی محافل سجائیں، آپ کو یہ اختصاص بھی حاصل ہے کہ عرب کے شاہ حسین بن علی الہاشمی کے اصرار پر آپ نے مسجد حرام میں بھی نماز جمعہ کی امامت فرمائی اور مدینہ منورہ کی حاضری میں مسجد نبوی میں بھی اور بیت المقدس کی حاضری میں مفتی اعظم فلسطین کی خواہش پر مسجد اقصی میں بھی نماز جمعہ کی امامت فرمائی۔ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء۔

بدایوں جو محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کا مسقط الراس ہے یہاں ہزاروں اولیائے کبار اور علمائے امت آسودۂ راحت ہیں، اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی

عالم بالسنۃ وعارف باللہ حضرت شاہ عین الحق عبدالمجید عثمانی ہیں جن کے علم وعرفان اور فضل وکمال کے وارثین سیف اللہ المسلول علامہ فضل رسول عثمانی، تاج الفحول حضرت علامہ عبدالقادر عثمانی، مطیع الرسول حضرت مولانا عبدالمقتدر عثمانی اور عاشق الرسول حضرت مولانا عبدالقدیر عثمانی اپنے خاندان کی علمی وروحانی امانت کی حفاظت کرتے رہے ہیں اور آج بھی یہ سلسلہ شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبدالحمید سالم القادری عثمانی اور عزیز ذوالقدر مولانا اسیدالحق عاصم القادری عثمانی کے ذریعہ قائم ہے۔

ان مشائخ کرام میں شعروسخن کا ذوق بھی بدرجۂ کمال رہا ہے اور کیوں نہ ہو کہ ذوق وشوق اور وجد وحال پیدا کرنے میں شعرونغمہ کی تاثیر مسلم ہے۔ حضرت محبوب الٰہی سے یہ قول منسوب کیا جاتا ہے کہ ''من روز میثاق دعوت حق را درلحن پوربی شنیدہ بودم'' حضرت عاشق الرسول کے کلام میں بھی تغزل کی وہ چاشنی موجود ہے جو تصوف کے آمیزہ سے تیار ہوتی ہے۔ کہا گیا ہے کہ اچھے شعر کی خوبی یہ ہے کہ جو'' کان کو آنکھ بنادے'' یعنی سننے والے کے سامنے واردات قلب کی ایسی منظر کشی ہو کہ گویا وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور سارا پس منظر نگاہوں کے سامنے ہے۔ حضرت ممدوح کے کلام میں یہ وصف بہ تمام وکمال موجود ہے۔

اس وقت میرے پیش نظر حضرت عاشق الرسول کی ''مثنوی غوثیہ'' اور چند متفرق اشعار ہیں جن کی زبان و بیان کی حلاوت، عالمانہ بصیرت، الفاظ کی شستگی، تراکیب کی برجستگی صف شعرا میں بھی آپ کو امامت کا حق دار کرتی ہے۔ اور تصوف کے گھول نے اور بھی رنگ چوکھا کر دیا ہے۔ مثنوی غوثیہ کا آغاز ہی اسی رنگ سے ہوا ہے ؎

مرحبا ساقئی بزم توحید
شان اطلاق برنگ تقئید
بزم کثرت میں جو تصویریں ہیں
سب ترے نور کی تنویریں ہیں

اور جہاں شوخ بیانی نے قدم جمالئے ہیں وہاں زمین شعر عرش معلیٰ نظر آنے لگی ہے:

ہو ں نیک کہ بد برا ہوں یا اچھا ہوں
کیسا ہی سہی غلام مولا کا ہوں
کوثر پہ نہ ظاہر ہو مری بدذوقی
اس ڈر سے کبھی کبھی میں پی لیتا ہوں

یہ کبھی کبھی پینے والی شئے وہی ہے جس کے طالب فاضل بریلوی بھی ہیں:

''ساقی میں ترے صدقے مے دے رمضاں آیا''

شاعر نے ایک رباعی میں ''کشتہ'' کا استعمال کیا ہے۔ پوری رباعی کا محور یہی کشتہ ہے جسے نہایت ماہرانہ انداز میں برتا گیا ہے اور ایک اسی کشتہ سے یہ رباعی اکسیر صفت ہوگئی ہے۔

دانش سے کہا میں نے کہ کیسا ہے یہ قہر
کیوں دہریہ بن جاتے ہیں علامۂ دہر
کہنے لگی اک کشتۂ نایاب ہے علم
پختہ ہو تو اکسیر ہے کچا ہو تو زہر

شاعر نے ایک رباعی میں ''کشتہ'' کا استعمال کیا ہے۔ پوری رباعی کا محور یہی کشتہ ہے جسے نہایت ماہرانہ انداز میں برتا گیا ہے اور ایک اسی کشتہ سے یہ رباعی اکسیر صفت ہوگئی ہے۔

کشتہ معدنیات وحجریات سے پوری احتیاط کے ساتھ بنایا جاتا ہے اپلوں کی مطلوبہ آنچ میں پھونکا جاتا ہے اگر ایک آنچ کی بھی کسر رہ گئی تو مطلوب حاصل نہیں ہوتا اور کشتہ ضرر رساں ہو جاتا ہے اور اگر آنچ زیادہ دے دی گئی تو کشتہ جل کر راکھ ہو جاتا ہے بس وہی کشتہ اکسیر کے خواص رکھتا ہے جو بطریقہ معروف مطلوبہ آنچ پر پھونکا جائے۔

حضرت عاشق الرسول، عشق رسول ہی جن کا سرمایۂ حیات تھا جب تک دیار حبیب کی حاضری کا شرف حاصل نہیں ہوا خدا ہی جانتا ہے کہ ہجر کے شب وروز کا حال کیا رہا ہوگا۔ لیکن جب کوئے یار میں چشم وسر سے چلنے کی سعادت ملی تو یک لخت ہجر کی کلفتیں لذت دید کی حقیقت کے سامنے افسانہ ہوگئیں۔ افسانہ سرگزشت کو بھی کہتے ہیں اور بے اصل قصہ

کہانیوں کو بھی اور جب حقیقت کے مقابل میں اس کا استعمال ہوتا ہے تو عموماً افسانہ بے اصل و بے حقیقت امر کا مفہوم ظاہر کرتا ہے۔ یہاں ہجر کے طویل لمحے بلکہ زمانے سر سے گزر گئے اور ہجر کی کلفتیں ایک حقیقت تھیں لیکن دیار حبیب میں لذت دید سے محظوظ ہوتے ہی ہجر کی ساری کلفتیں افسانہ ہوگئیں جیسے کبھی یہ دن نصیب ہی نہیں ہوئے تھے۔ ملاحظہ ہو:

دید اک حقیقت تھی ہجر اک فسانہ تھا

مثنوی غوثیہ :

یہ مثنوی ۹۴/اشعار پر مشتمل ہے جس کے شروع کے دو ابیات مذکور ہوئے۔ اس مثنوی کی تصنیف کا ایک خاص تاریخی پس منظر ہے جس کو اس کا علم ہے وہ تو اس سے محظوظ ہوگا ہی میرا خیال ہے کہ اگر اس مثنوی کے اشعار کو یکسوئی اور توجہ کے ساتھ پڑھا جائے تو جو خاکہ ذہن قاری میں ابھرے گا وہ اس تاریخی پس منظر سے بہت کچھ مماثل ہوگا جو اس مثنوی کا سبب تالیف ہے۔ ایک شاعر کی قادر الکلامی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس کے جذبات و واردات پورے طور پر حروف کے پیکر میں ڈھل کر شعر کے قالب میں ظاہر ہوں۔

زیر نظر مثنوی کے مصنف کو سرکار بغداد سے عقیدت ہے، اتنی عقیدت کہ ہزارہا مصائب سفر کے باوجود ۴۵ بار حاضری کا شرف حاصل کیا حتی کہ علالت کے باعث ایک سال جب حاضری موقوف ہوگئی تو خود سرکار غوثیت سے اپنے لخت جگر سید طاہر علاء الدین گیلانی کو حکم ہوا کہ ''ہندوستان جا کر مولوی عبدالقدیر بدایونی کی عیادت کرو'' ایسے مقبول بارگاہ رسالت اور محبوب سرکار غوثیت کے سواد قلب کا طواف کر کے جو حروف اشعار کی شکل اختیار کریں گے اور ایک ایک حرف زبان فریاد بن جائے گا اس کی قبولیت کا چرچا زمین تو زمین آسمانوں میں بھی ہوتا رہا ہوگا۔

☆☆☆

عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر بدایونی: شخصیت اور خدمات

ولادت - آپ کی ولادت ۱۱رشوال المکرّم ۱۳۱۱ھ کو مولوی محلّہ بدایوں میں ہوئی۔ آپ کی ولادت سے ۲۸ سال قبل آپ کے جد محترم سیف اللہ المسلول سیدنا شاہ معین الحق فضل رسول قادری بدایونی قدس سرہٗ نے آپ کی ولادت کی بشارت دیتے ہوئے آپ کے لئے آپ کے والد حضرت تاج الفحول کو ایک تعویذ عطا فرمایا تھا اور آپ کا نام عبدالقدیر رکھ دیا تھا چنانچہ اسی نام پر عقیقہ ہوا، اور جد محترم کا عطا کیا ہوا تعویذ آپ کے گلے میں ڈالا گیا۔ بعد میں تاج الفحول نے عاشق الرسول کا اضافہ فرمایا۔ اس پر محمد بڑھانے سے آپ کا تاریخی نام عاشق الرسول محمد عبدالقدیر ہو گیا۔

ناز ونعم میں پرورش پائی۔ حضور تاج الفحول آپ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ ہر وقت اپنے ہمراہ رکھتے۔ ابھی آپ کی عمر صرف آٹھ سال کی تھی کہ ۱۳۱۹ھ میں حضرت تاج الفحول کا وصال ہو گیا۔ والد ماجد کا سایۂ رحمت سر سے اٹھ جانے کے بعد برادر بزرگ سرکار صاحب الاقتدار سیدنا شاہ مطیع الرسول عبدالمقتدر قادری قدس سرہ کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی۔

تعلیم و تربیت - چار سال چار ماہ کی عمر میں خاندانی دستور کے مطابق حضرت تاج الفحول نے بسم اللہ خوانی کروائی۔ ابتدائی عربی و فارسی مدرسہ قادریہ کے مختلف اساتذہ سے حاصل کی۔ فن تجوید استاذ القراء حافظ قاری سید عبدالکریم صاحب قادری بریلوی سے حاصل کیا۔ حضرت علامہ محبّ احمد قادری، مفتی فضل احمد قادری، مولانا حافظ بخش قادری علیہم

الرحمۃ سے متوسطات کی تعلیم حاصل کی۔ آخر میں سرکار صاحب الاقتدار کی درسگاہِ فیض آثار میں زانوئے تلمذ تہہ کر کے تمام علوم و معارف کی تکمیل کی۔ خاندانی ذہانت و فطانت، ذاتی ذوق و شوق اور مشفق اساتذہ کی توجہ سے یہ سارے تعلیمی مراحل تیرہ سال کی چھوٹی سی عمر میں طے ہو گئے۔

حد درجہ ذہین و فطین تھے، اس لئے فطری طور پر معقولات سے خاص لگاؤ تھا۔ فارغ ہونے کے بعد معقولات کی قدیم کتب پڑھنے کا شوق ہوا۔ اس شوق کو دل میں لئے ہوئے آپ نے ٹونک اور رامپور کا سفر کیا۔ ٹونک میں علامہ عبدالحق خیرآبادی کے شاگرد رشید حضرت حکیم برکات احمد صاحب ٹونکی اور رامپور میں علامہ ہی کے شاگرد حضرت علامہ سید عبدالعزیز صاحب سے علمی تشنگی دور کی۔ دونوں اساتذہ نے کمال محبت سے درس دیا۔ آپ بہت جلد تمام علوم و فنون میں یکتا ہو گئے۔

درس و تدریس- زمانۂ طالب علمی سے تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ سفر ٹونک اور رامپور میں بھی طلباء ساتھ گئے تھے۔ رامپور سے واپسی کے بعد مدرسہ قادریہ میں باقاعدہ درس دینا شروع کیا اور تمام علوم و فنون میں مہارت کا ثبوت دیا۔ آپ کا طریقۂ درس نہایت سادہ اور عام فہم تھا۔ بے شمار طلباء نے آپ سے اکتساب علم کیا۔ ان میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں......(۱) شہزادۂ خانوادۂ غوثیہ حضرت سید عادل الگیلانی البغدادی، (۲) حضرت مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی (صدر جمعیۃ علمائے پاکستان)، (۳) مولانا فیض الحسن دہلوی، (۴) علامہ حیرت بدایونی، (۵) صاحبزادۂ گرامی حضرت محمد میاں ہادی القادری (پروفیسر شعبۂ عربی عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد)، (۶) صاحبزادۂ گرامی حضرت مولانا شاہ عبدالحمید محمد سالم القادری (زیب سجادہ آستانہ قادریہ بدایوں شریف)۔

بیعت و خلافت - آپ کو اپنے برادر اکبر سرکار صاحب الاقتدار سیدنا شاہ مطیع الرسول محمد عبدالمقتدر قادری قدس سرہٗ سے شرف بیعت حاصل تھا۔ مرشد برحق کی باطنی توجہ نے معرفت کی منزلیں طے کرائیں۔ ۱۷؍ جمادی الاول ۱۳۳۳ھ میں تاج الفحول کے عرس

مبارک کے موقع پر سرکار صاحب الاقتدار نے تمام سلاسل کی اجازت وخلافت سے نوازا۔ سرکار صاحب الاقتدار کے وصال کے بعد ۱۳۳۴ھ میں آپ آستانۂ قادریہ بدایوں کے سجادہ نشین ہوئے۔

بین الاقوامی مقبولیت - حضرت عاشق الرسول نے دوبار حرمین شریفین کی حاضری کا شرف حاصل کیا۔ بغداد معلیٰ کی حاضری تو ہر سال کا معمول تھی۔ اس کے علاوہ فلسطین، شام اور ایران کا دورہ بھی کیا۔ جب پہلی مرتبہ آپ حج بیت اللہ کے لیے حاضر ہوئے تو اس وقت شاہ حسین بن علی الہاشمی شریف مکہ تھے۔ شریف حسین سے آپ کے خصوصی تعلقات تھے، ان کے ساتھ آپ خانۂ کعبہ کے غسل میں شریک ہوئے۔ نیز شریف مکہ کی فرمائش پر آپ نے مسجد حرام میں جمعہ کی نماز کی امامت فرمائی۔ جب آپ مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو بادشاہ کے حکم سے آپ کے لیے جالیٔ مبارک حضور اکرم ﷺ کھولی گئی اور آپ نے خلوت خاص میں رات گزاری۔ مدینہ منورہ میں بھی بادشاہ کے اصرار پر آپ نے مسجد نبوی میں جمعہ کی امامت فرمائی۔ مفتیٔ اعظم فلسطین حضرت علامہ سید امین الحسینی سے آپ کے خصوصی تعلقات تھے۔ چنانچہ جب آپ بیت المقدس تشریف لے گئے تو مفتیٔ اعظم فلسطین نے ایک بھاری جلوس کے ساتھ شہر سے باہر آکر آپ کا استقبال کیا۔ اس استقبال کی رپورٹ قدس کے ہفت روزہ اخبار ''الجامعة العربية'' (جلد ۸ شمارہ ۱۴۱۵، ۲۹ر ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۰راگست ۱۹۳۴ء) میں شائع ہوئی تھی، اس اخبار کا ایک نسخہ کتب خانہ قادریہ بدایوں میں محفوظ ہے۔ ہم یہاں مذکورہ رپورٹ اور اس کا اردو ترجمہ ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں:-

''وفد مسلمی الهند الی فلسطين

وصول مولانا عبدالقدير البدايونی الی القدس

ذكرنا فی أعدادنا الماضية انه سيصل الی فلسطين وفد

من كبار زعماء مسلمى الهند فى طريقه الى اوربا لخدمة قضية فلسطين واسماع ظلامتها للعالم الاوربى. ونشرنا بعض احاديث لاحد اعضاء هذا الوفد مولانا عبدالقدير البدايونى عند وصوله الى العراق.

ويسرنا ان نذيع اليوم الى القراء ان حضرة الاستاذ الكبير والزعيم المسلم الخطير صاحب السماحة مولانا عبدالقدير البدايونى قد وصل مساء امس (الخميس) الى القدس قادما من العراق مارا بدمشق، سابقا اخوانه بقية اعضاء الوفد الهندى الاسلامى وقد تلقى أمس الاول سماحة المفتى الاكبر الحاج أمين الحسينى برقية من مولانا عبدالقدير من دمشق تفيد وصوله اليها وانه سيصل القدس مساء الخميس

و على أثر ذلک تألف وفد من حضرات أصحاب الفضيلة العلماء ومن وجوه القدس وعلى رأسه سماحة الحاج أمين افندى الحسينى وتوجه الى البيرة عصرأمس لاستقبال الضيف الكريم وقد انضم اليه وجوه البيرة. وعند وصول الزعيم الكبير قادما بسيارة من دمشق استقبل استقبالا فخما وقدمت الى حضرته المرطبات والقهوةوسلم على المستقبلين سلاما حاراً. وبعد الاستراحة توجه الموكب الى القدس وحل الضيف الكريم ضيفا على الزاوية الهندية معززاً مكرما.

فنرحب بالضيف الكبير ونشكر مسعاه المبرور و نتمنى لحضرته طيب الاقامة".

ترجمہ:- مسلمانانِ ہند کا وفد برائے فلسطین

مولانا عبدالقدیر بدایونی کی قدس آمد

ہم نے گزشتہ شماروں میں ذکر کیا تھا کہ ہندستانی مسلمان قائدین کا ایک وفد عنقریب فلسطین پہنچنے والا ہے، یہ وفد یورپ جا رہا ہے تا کہ مسئلہ فلسطین پر کاروائی کرے اور عالم یورپ کو فلسطین کے مسائل سے آگاہ کرے، ہم نے اس وفد کے ایک رکن مولانا عبدالقدیر بدایونی کے عراق پہنچنے کی خبریں بھی نشر کی تھیں۔

آج ہم اپنے قارئین کے لئے یہ خبر شائع کرتے ہوئے مسرت محسوس کر رہے ہیں حضرت علامۂ کبیر عظیم مسلم قائد صاحب السماحۃ مولانا عبدالقدیر بدایونی کل شام (جمعرات) کو قدس پہنچ گئے۔ آپ عراق سے دمشق ہوتے ہوئے اپنے بقیہ ساتھی ارکان وفد سے پہلے ہی قدس پہنچ گئے ہیں۔

پرسوں مفتیٔ اعظم الحاج امین الحسینی کو مولانا عبدالقدیر کا تار موصول ہوا تھا جو انھوں نے دمشق سے کیا تھا۔ تار میں مولانا کے دمشق پہنچنے کی خبر تھی اور یہ اطلاع بھی تھی کہ وہ جمعرات کی شام کو قدس پہنچیں گے۔

اس تار کے فوراً بعد علماء کرام اور قدس کے سرکردہ صاحب حیثیت افراد پر مشتمل ایک وفد ترتیب دیا گیا جس کی قیادت مفتی اعظم الحاج امین الحسینی کر رہے تھے، کل شام یہ وفد ''بیرۃ'' روانہ ہوا تا کہ محترم مہمان کا استقبال کرے۔ اس وفد میں ''بیرۃ'' کے سرکردہ افراد بھی شامل ہو گئے۔ اس عظیم قائد کے بذریعہ کار دمشق سے بیرہ پہنچتے ہی ان کا شاندار استقبال کیا گیا، قہوہ اور ناشتے وغیرہ سے ان کی تواضع کی گئی۔ آپ نے استقبال کرنے والوں کو نہایت گرمجوشی سے سلام کیا،

کچھ آرام کے بعد یہ جلوس قدس کی طرف روانہ ہوا اور محترم مہمان ''زاویۂ ہندیہ'' میں اعزاز واکرام کے ساتھ قیام پذیر ہوئے۔
ہم معزز مہمان کا استقبال کرتے ہیں اور ان کی (مسئلہ فلسطین کے متعلق) کوششوں پر ان کے شکر گزار ہیں اور ان کے لئے (قدس میں) بہترین اقامت کی تمنا کرتے ہیں۔

مسجد اقصیٰ میں بھی آپ نے مفتیٔ اعظم کی خواہش پر جمعہ کی امامت فرمائی۔ جس میں مفتیٔ اعظم کے علاوہ قدس شریف کے سرکردہ علماء ومشائخ نے آپ کی اقتداء کی۔ اگلے روز سنیچر کو مفتیٔ اعظم فلسطین کی جانب سے حضرت عاشق الرسول کے اعزاز میں عصرانہ کا اہتمام کیا گیا، اس محفل کی رپورٹ بھی سابق الذکر اخبار نے شائع کی تھی۔ اخبار لکھتا ہے:-

''رئیس المجلس الاسلامی

یکرم مولانا عبدالقدیر البدایونی

ذكرنا فی مكان آخر خبر وصول الزعيم الهندی المسلم الاكبر سماحة مولا نا عبدالقدير البدايونی احد اعضاء الوفد الاسلامی الهندی الی القدس ولهذه المناسبة يقيم حضرة صاحب السماحة رئيس المجلس الا على السيد محمد امين الحسينی حفلة شای تكريما لسماحة الضيف الكبير فی الساعة الخامسة بعد ظهر يوم السبت الواقع فی ١/ جماد الاول وفق ١١ آب الجاري يحضرها عدد كبير من الوجوه والعلماء للتعرف بحضرة الضيف الكبير والسلام عليه.

ترجمہ:- ہم نے (اخبار میں) دوسرے مقام پر عظیم ہندوستانی مسلم رہنما مولانا عبدالقدیر بدایونی (رکن ہندستانی اسلامی وفد) کے قدس

پہنچنے کی خبر شائع کی ہے، اسی مناسبت سے صدر مجلس اعلیٰ السید محمد امین الحسینی نے معزز مہمان کے اعزاز میں ۱ر جمادی الاول مطابق ۱۱ر اگست بروز سنیچر شام پانچ بجے چائے نوشی کی ایک محفل کا اہتمام کیا، جس میں علماء اور سرکردہ افراد کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی، تا کہ معزز مہمان سے تعارف اور ملاقات کریں۔

حضرت عاشق الرسول کی ذات میں یہ عجیب وغریب خصوصیت تھی کہ آپ نے مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ اور مسجد غوث اعظم بغداد شریف میں جمعہ کی امامت فرمائی، یہ اعزاز شاید ہی کسی ہندوستانی عالم کو نصیب ہوا ہو۔ حضرت عاشق الرسول کے خادم خاص مولانا عبدالرحیم قادری بدایونی اس سفر بغداد میں ہمراہ تھے، جس میں آپ نے درگاہ قادریہ بغداد شریف کی مسجد میں نقیب الاشرف کے حکم سے جمعہ کی امامت فرمائی تھی۔ آپ لکھتے ہیں:-

''ہائے کیسا سماں تھا، حضرت صاحبِ سجادہ نقیب الاشراف پیر سید محمود حسام الدین قدس سرہٗ نے فرمایا جمعہ کے خطبہ اور امامت کا تمہارے لئے حکم ہے۔ حضرت اقدس پاس ادب سے ممبر پر چڑھتے ہوئے رُکتے ہیں، ایک آدھ سیڑھی چڑھتے ہیں پھر رک جاتے ہیں اور پھر جیسے انھیں اور بلندی کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ آخری سیڑھی سے نیچے رک جاتے ہیں جیسے کسی کے قدموں میں جگہ پالی ہے اور فی البدیہہ خطبہ ارشاد فرماتے ہیں۔ بڑے بڑے علماء اور اہل زبان ششدر ہیں اور کیف کے عالم میں حضرت اقدس کی زبان سے فصاحت و بلاغت کا دریا امنڈا چلا آتا ہے۔

(تذکارِ محبوب، ص:۱۴۰ تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں)

حضرت عاشق الرسول جب حسب معمول ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء میں بغداد معلیٰ حاضر ہوئے تو عراق کی مذہبی اور نیم سیاسی تنظیم جمعیۃ الہدایۃ الاسلامیہ (بغداد) نے آپ کے

اعزاز میں ایک جلسۂ استقبالیہ کا اہتمام کیا، جلسہ میں بغداد شریف کے علماء، عمائدین اور سربرآوردہ حضرات نے شرکت کی، اسی جلسہ میں روزنامہ ''البغداد'' کے مدیر اعلیٰ جناب عبدالرحمٰن البنّا نے ایک طویل قصیدہ حضرت کی شان میں پڑھا، جلسۂ استقبالیہ کی رپورٹ اور مدحیہ قصیدہ دونوں روزنامہ البغداد (جلد ۳ شمارہ ۱۱۵، ۱۸ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ/ ۳ جولائی ۱۹۳۴ء) میں شائع ہوئے، اخبار لکھتا ہے:-

أقامت جمعية الهداية الاسلامية في بغداد عصر الجمعة حفلة تكريمية فخمة للزعيم الهندى المسلم عبدالقدير المولوى حضرها جمهور كبير من علماء واعيان و نواب ووجهاء وكانت الحفلة على جانب كبير من البداعة وبعد ان تناول الحضار المرطبات و تسامروا فيما بينهم ملياً وقف فضيلة الاستاذ الحاج نعمان آفندى الاعظمى وارتجل خطبة قيمة تحدث فيها عن النهضة الشرقية الحديثة واشتراک الاقطار الاسلامية فى الألم ثم تناول القضية الفلسطينية وفد اجاد الاستاذ الاعظمى فى خطابه كل الاجادة و نهض بعده صاحب هذه الجريدة والقى قصيدة يجدها القارى فى غير هٰذا المكان.

ثم قام المحتفل به والقى خطابا جليلا شكر جمعية الهداية الاسلامية والحضار .

ترجمہ:- جمعیۃ الہدایۃ الاسلامیہ نے بغداد میں بروز جمعہ بوقت عصر ہندستانی قائد مولوی عبدالقدیر کے اعزاز میں ایک عظیم جلسہ منعقد کیا، جس میں کثیر تعداد میں علماء، عمائدین، ارکان پارلیمنٹ اور سربرآوردہ افراد نے شرکت کی۔ حاضرین کی تواضع اور باہمی تبادلۂ خیال کے

بعد فضیلۃ الاستاذ الحاج نعمان آفندی الاعظمی نے فی البدیہہ ایک قیمتی خطبہ دیا جس میں انھوں نے مشرق کی موجودہ بیداری اور تمام عالم اسلام کے آلام میں برابر کے شریک ہونے پر روشنی ڈالی، پھر مسئلہ فلسطین پر گفتگو کی، استاذ اعظمی نے بہترین خطاب فرمایا، اس کے بعد اس اخبار کے مدیر اعلیٰ نے اپنا قصیدہ پیش کیا، جس کو قارئین (اسی شمارے میں) کسی دوسرے مقام پر دیکھیں گے۔

پھر جلسۂ استقبالیہ کے مہمان خصوصی (حضرت عاشق الرسول) کھڑے ہوئے اور آپ نے بہترین خطاب فرماتے ہوئے جمعیۃ الہدایۃ الاسلامیہ اور تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

افضل الجہاد - حضور اکرم ﷺ حدیث پاک میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ''افضل ترین جہاد یہ ہے کہ ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہا جائے''۔ اس افضل جہاد کی جلوہ نمائی حضرت عاشق الرسول کی ذات میں بدرجۂ اتم دیکھنے کو ملتی ہے۔ آپ نے احقاق حق اور ابطال باطل کا عظیم فریضہ بے خوف و خطر انجام دیا۔ آپ لگ بھگ ۱۴؍سال تک عدالت عالیہ حیدرآباد دکن میں مفتیٔ اعظم کے منصب پر فائز رہے۔ آپ نے اپنے اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے ہائی کورٹ میں قانون الٰہی کی بالادستی قائم رکھنے کے لئے ہمیشہ جرأت و بیباکی سے زبان و قلم کا استعمال کیا۔ بادشاہ ایران رضا شاہ پہلوی نے جب علماء کے عمامہ باندھنے اور عورتوں کے برقعہ اوڑھنے پر پابندی عائد کردی تو آپ نے ایران کا سفر کر کے شاہ ایران سے ملاقات کی اور برسرِ دربار آپ نے اس خلاف شرع پابندی پر احتجاج کیا۔ پاکستان کے سینیئر صحافی اور مشہور قلم کار میاں ظفیر احمد کو حضرت عاشق الرسول نے اپنے اس سفر ایران کی تفصیلات بتائی تھیں، میاں ظفیر احمد نے روز نامہ نوائے وقت کراچی (۱۲؍جولائی ۱۹۹۶ء) کے اپنے ایک مضمون میں اس کا ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں:

مولانا عبدالقدیر بدایونی مرحوم مفتی اعظم حیدرآباد دکن سے برصغیر کے

علماء اور دینی حلقے بخوبی واقف رہے ہیں، مجھے ان کے کلکتہ کے قیام کے زمانے میں کئی بار ملنے کی سعادت حاصل ہوئی .... ان ملاقاتوں میں ان سے بہت سے موضوعات پر باتیں ہوتی رہتی تھیں، ایک موقع پر مولانا نے اپنے سفر ایران اور رضا شاہ پہلوی سے اپنی ملاقات کا تفصیلی تذکرہ فرمایا اور بولے: ''میاں صاحب! ایک بار عراق کے قیام کے زمانے میں رضا شاہ پہلوی سے ملنے کا خیال آیا اور میں نے عراق سے ہی شرف باریابی کے لئے ان کو ایک خط لکھ بھیجا، اس زمانے میں رضا شاہ پہلوی نے کچھ ایسی باتیں کی تھیں کہ میں چاہتا تھا کہ ان سے مل کر ہی ان کی حقیقت اور اصلیت معلوم کروں، شاہ کا جواب اثبات میں آیا اور میں تہران ان سے ملاقات کے لئے پہنچ گیا، ابتدائی تعارفی کلمات سے جب شاہ کو یہ معلوم ہوا کہ میرا تعلق عراق سے نہیں بلکہ ہندستانی ہوں تو وہ خوش نہیں ہوئے، ان کے چہرے سے کبیدگی صاف ظاہر تھی، مجھے ایسا لگا کہ اگر ان کو پہلے سے اس کا علم ہو جاتا تو شاید شاہ مجھے شرف ملاقات کے لئے ایران نہیں بلاتے، کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد رضا شاہ پہلوی نے پوچھا: ''مولانا ایران کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟'' مولانا نے اس کے جواب میں فردوسی کے شاہنامہ کے دو شعر پیش کر دیئے، شاہ پھٹ پڑے بولے: ''مولانا میں نے آپ سے 'ایران آتش پرست' کے بارے میں نہیں پوچھا بلکہ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کے 'ایران خدا پرست' کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟'' مولانا نے پھر شاہنامہ ہی کے دو شعر سنا دیئے، شاہ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا، شاہ کا گڈ موڈ دیکھ کر مولانا نے شاہ سے وہ باتیں پوچھیں، جن کے لئے انہوں نے

ان سے ملاقات کی درخواست کی تھی، شاہ سے انھوں نے پہلا سوال یہ
کیا کہ آپ نے دستار باندھنے کے لئے علما پر پابندی عائد کر دی ہے،
آپ نے ایسا کیوں کیا؟.................. شاہ سے مولانا نے دوسرا
سوال یہ کیا کہ آپ نے عورتوں کو برقعہ اور چادر ترک کر دینے کا حکم دیا
ہے جبکہ اسلام عورتوں کو حجاب و پردہ کا حکم دیتا ہے''۔
(میاں ظفیر احمد: مضمون بعنوان ''باتیں رضا شاہ پہلوی کی'' روز نامہ
نوائے وقت، کراچی، ص:۵، شمارہ:۱۲؍جولائی ۱۹۹۶ء)

پہلی جنگ عظیم کے بعد جب عرب شریف پر آل سعود کا قبضہ ہو گیا اور اس نے اماکن مقدسہ کی بے حرمتی کے ساتھ ساتھ بے گناہ عوام پر ظلم کی انتہا کر دی اس وقت آپ دوسری مرتبہ حج بیت اللہ کے لئے حیدرآباد کے شاہی وفد کے ساتھ تشریف لے گئے۔ ۸؍ذی الحجہ کو منیٰ کے میدان میں شاہ سعود کی طرف سے دنیا کے سربراہانِ مملکت اور سرکردہ علماء و مشائخ کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ بہت سے علماء نے تقریروں میں شاہ سعود کی شان میں قصیدہ خوانی کی۔ جب حضرت عاشق الرسول سے تقریر کی فرمائش کی گئی تو آپ نے انکار کر دیا۔ شاہ نے بلند آواز میں آپ سے پوچھا کہ اس بار حجاز میں امن وامان کیسا پایا؟ یہ سنتے ہی آپ کے چہرۂ انور سے آثار جلال نمایاں ہو گئے۔ آپ اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور بلند آواز میں جواب دیا کہ ''ویسا ہی پایا جیسا کہ حجاج بن یوسف کے زمانے میں تھا''۔ آپ کی یہ حق گوئی و بیباکی دیکھ کر علمائے اسلام دنگ رہ گئے۔ شاہ سعود اس وقت تو کچھ نہ کر سکا مگر بعد میں اس نے یہ حکم نامہ جاری کر دیا کہ مولوی عبدالقدیر بدایونی کو آئندہ سعودی عرب کا ویزا نہ دیا جائے۔ چنانچہ یہ آپ کا آخری حج ثابت ہوا۔

حمایت اسلام اور سیاسی خدمات- حضرت عاشق الرسول جہاں ایک طرف صاحب تحقیق مفتی اور صاحب حال صوفی تھے وہیں دوسری طرف ایک زبردست سیاسی مدبر بھی تھے۔ آپ کے اندر جذبۂ ملی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ نے

اپنے زمانے کی تمام ملکی اور ملی تحریکات میں حصہ لے کر قوم کی صحیح رہنمائی کی۔تحریک خلافت، ترک موالات، خدام کعبہ اور بزم صوفیہ جیسی تمام تحریکات میں آپ صف اول میں نظر آتے ہیں۔تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کا زمانہ ہندو مسلم اتحاد کا زمانہ تھا مگر اس دور میں بعض مسلم قائدین نے جذبات میں ایسے اقدام کئے جو اسلامی نقطۂ نظر سے درست قرار نہیں دیئے جا سکتے، حضرت عاشق الرسول نے آزادئ ہند کے لئے ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہوئے ان بعض مسلم قائدین کے غلو اور تجاوز پر واضح الفاظ میں تنقید فرمائی۔آپ اپنے خطبۂ صدارت لاہور میں ارشاد فرماتے ہیں:-

> میں ہندو مسلم اتفاق کا حامی رہا ہوں اور اب بھی حامی ہوں اور ہر وہ شخص جو ہندستان کے لئے مکمل آزادی کا خواہشمند ہے وہ ہندو مسلم اتفاق کا حامی ہوگا۔مگر اس طوفان اتحاد کے زمانہ میں بھی میں نے مسلمانوں کے اُن اعمال کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے جو اتحاد کے غلو میں کئے گئے اور جن سے ہماری مذہبی توہین ہوتی تھی۔مسجد کے ممبروں پر ہندوؤں کو چڑھانا، خود مسلمانوں کا قشقہ لگانا وغیرہ وغیرہ یہ بدترین افعال تھے جو ہندوستانی مسلمانوں کے دامن پر بحیثیت مسلمان ہونے کے اب تک بدنما داغ ہیں۔

مسجد شہید گنج کی واپسی کے لئے جب سارے ملک میں احتجاجی جدو جہد کی جا رہی تھی تو آپ نے مرکزی جمعیۃ علمائے ہند کے زیر اہتمام بدایوں میں ایک عظیم کانفرنس منعقد کی۔ جس میں غیر منقسم ہندو پاک کے بے شمار علماء، امراء اور مشائخ نے شرکت کی۔اس کانفرنس کی صدارت امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری نے فرمائی تھی۔

جب فلسطینی مسلمانوں نے انگریزوں اور یہودیوں کے خلاف احتجاجی جدو جہد شروع کی تو ان کی حمایت میں عظیم الشان ''فلسطین کانفرنس'' منعقد کی گئی۔حضرت عاشق الرسول نے اس کی صدارت فرمائی۔ ہندوستانی مسلم قائدین کا ایک وفد فلسطین کے حالات کا جائزہ

لینے کے لئے قدس روانہ کیا گیا اس میں حضرت عاشق الرسول ایک اہم رکن کی حیثیت سے شریک رہے۔ اپنے خطبۂ صدارت میں فرماتے ہیں:-

"آہ کہ اس فقیر نے غیور مسلمانان فلسطین کے جوش اسلامی اور غیرت دینی کے مظاہرے ان آنکھوں سے دیکھے ہیں اگر چہ بغیر کسی شرم کے فقیر اس حقیقت کا معترف ہے کہ جو ذمہ داری حالات اور قلبی جذبات کی بنا پر فقیر نے محسوس کی تھی موانع اور عدم مساعدت حالات سے پوری نہ ہو سکی۔ تاہم شکر کا موقع بھی اپنے لئے پاتا ہے کہ مسلمانان ہند میں آپ کے اس دعا گو نے اس مسئلہ کے لئے بھی کسی دردمند سے کم جدو جہد نہیں کی"۔

مسئلہ فلسطین کے لئے حضرت عاشق الرسول نے بہت جد و جہد کی ہے۔ جب مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی قدس میں اسلامی عربی یونیورسٹی کے قیام کی کوششیں کر رہے تھے تو وہ ہندستانی امراء والیان ریاست اور عام مسلمانوں سے تعاون حاصل کرنے کے لئے ہندستان تشریف لائے اور ہندستان کی مختلف ریاستوں کا دورہ کیا، اس دورے میں حضرت عاشق الرسول ان کے ساتھ رہے اور والیان ریاست سے تعاون دلوانے کے لئے جدو جہد کی۔

مئی ۱۹۴۹ء/ رجب ۱۳۶۸ھ میں حضرت نے ایک خاص مشن کی تکمیل کے لئے مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی سے ملاقات کی خاطر سفر کیا، مگر بعض سیاسی پیچیدگیوں کے باعث آپ کو عراق سے آگے جانے کی اجازت نہیں ملی۔

اس سفر میں جہاز پر آپ کی ملاقات جماعت اسلامی کے سرگرم رکن اور عربی زبان و ادب کے معروف اسکالر مولانا مسعود عالم ندوی سے بھی ہوئی، مولانا ندوی اپنے سفرنامے میں لکھتے ہیں:

"(مولانا عبدالقدیر بدایونی) ایک خاص مشن پر مفتی امین حسینی سے ملنے جارہے ہیں، ملاقات کا انتظام نہ ہوسکا تو فوراً واپس آجائینگے"۔

(دیار عرب میں چند ماہ، ص:۲۰، ادارہ معارف اسلامیہ لاہور)

حب غوثِ اعظم - محبت غوث اعظم خانوادۂ قادریہ بدایوں کا مایۂ افتخار رہی ہے۔ حضرت شاہ عین الحق عبدالمجید بدایونیسے لے کر حضرت عاشق الرسول تک ہر ایک بزرگ میں اس کی جلوہ گری نظر آتی ہے حضرت تاج الفحول تو عشق غوث میں فنائیت کے درجۂ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ اسی فنائیت کا حصہ حضرت عاشق الرسول کو اپنے والد ماجد حضرت تاج الفحول سے ورثہ میں ملا تھا۔ تڑپ اور لگن کا یہ حال تھا کہ ہر سال بغداد معلیٰ کی حاضری کے لئے جایا کرتے تھے، پوری عمر میں ۴۵ مرتبہ بغداد شریف کی حاضری کا شرف حاصل ہوا۔

جذبہ صادق ہو تو اثر لازمی ہے۔ علالت کے باعث ایک سال بغداد شریف کی حاضری ناغہ ہوگئی تو حضور غوث اعظم نے خواب میں اپنے لخت جگر حضرت سید طاہر علاء الدین گیلانی علیہ الرحمۃ (آپ موجودہ صاحب سجادہ حضرت سید احمد ظفر گیلانی کے حقیقی برادر تھے) کو حکم دیا کہ ہندوستان جا کر مولوی عبدالقدیر بدایونی کی عیادت کرو۔ چنانچہ حضرت شہزادہ عالی تبار رمضان المبارک ۱۳۷۵ھ مطابق فروری ۱۹۵۶ء میں بدایوں تشریف لائے۔

مخدومان گرامی کی نظر میں۔

حضرت عاشق الرسول کے وصال پر ہند و پاک اور عراق و فلسطین کے علماء و مشائخ نے تعزیتی پیغامات ارسال فرمائے جن سے حضرت عاشق الرسول کا مقام و مرتبہ ان کے معاصرین کی نظر میں واضح ہوتا ہے۔ شہزادۂ خانوادۂ غوثیہ حضرت سید زین الدین گیلانی نے ایک طویل تعزیتی مضمون بعنوان "کیف و جدناہ" (ہم نے ان کو کیسا پایا) تحریر فرمایا، اس مضمون کا اصل قلمی نسخہ کتب خانہ قادریہ بدایوں کے شعبۂ نوادرات میں محفوظ ہے۔ یہاں ہم اس کے بعض اہم اقتباسات مع ترجمہ ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں، آپ تحریر فرماتے ہیں:-

فی احدی السویعات المبارکة من عید المولدالغوثوی بینما
کنت جالساً فی الحضرة القادریة ببغداد سنة ۱۳۷۲ھ اذ

رجـل يقدم قصير القامة بهيّ الطلعة يتبدد عليه ملامح الهيبة والـوقـار، يتـكـلـم الـعـربية بطلاقة وعلٰى رأسهٖ عمة بيضاء، وقـداختـرق صـفـوف الـجـالسيـن فـاتخذ مكانا قريباً مني. وكلماأردت ان استجمع ذاكرتي لاجل ان اتعرف علی ھٰذا القادم الكريم فلم يسعفني الحظ، وماهي إلا اثوان حتى قدم احـد خـدام الـحـضرة فقدم كلانا للآخر لان المرحوم كان صـديـقـاً وفيـاً وخـلا حميماً للمرحوم والدی وكم جمعهم مجلس و ناد و ھٰكذا تم اول لقاء بيننا.

گیارہویں شریف کے زمانے کی ایک مبارک ساعت تھی۔ میں خانقاہ قادریہ بغداد میں ۱۳۷۲ھ میں بیٹھا ہوا تھا، کہ اچانک ایک شخص آیا، پستہ قد، روشن چہرہ، چہرے بشرے سے رعب و وقار کے آثار نمایاں، روانی کے ساتھ عربی بولتا ہوا، سر پر سفید رنگ کا عمامہ، حاضرین کی صفیں چیرتا ہوا بالکل میرے قریب آ کر بیٹھ گیا، میں نے اپنے حافظے پر زور دیا کہ اس آنے والے کو پہچان لوں مگر نصیب نے یاوری نہیں کی، ابھی چند ہی لمحات گزرے تھے کہ درگاہ کا ایک خادم آیا (اوراس نے اس آنے والے کا تعارف کروایا) پھر تو ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے کھڑے ہوئے، کیوں کہ وہ میرے والد کے بہت وفا شعار اور مخلص دوست تھے، کتنی محفلوں اور مجلسوں میں یہ لوگ اکٹھا ہوئے تھے۔اس طرح ہماری یہ پہلی ملاقات ہوئی۔

آگے لکھتے ہیں:-

ان الـمـرحـوم قد تقلد مناصب هامة في القضاء والفصل فـي دكـن فـقـد مـارسهـا بجدارة وكل استحقاق، وفتح

مـدرستـه لتـدريس الأصول العربية والاسلامية، وكل ما اذكـره لـعـلـه جانب من بحر زاخر لفضلهٖ و عرفانهٖ حتی يكاد القلم يجف مداده خجلاً و تواضعاً لانني اتصلت به من كثب و خبرته عن قرب.

مرحوم دکن میں عدل وقضا کے اہم مناصب پر فائز رہے۔ جن کو انھوں نے پوری اہلیت و صلاحیت اور لیاقت و استحقاق کی بنیاد پر برتا۔ انھوں نے عربی اور اسلامیات کی تعلیم وتدریس کے لئے اپنا مدرسہ بھی قائم کیا۔ ان کے بارے میں مجھے جو کچھ بھی یاد ہے وہ یہ کہ گویا وہ فضل وعرفان کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھے یہاں تک کہ خجالت وتواضع سے قلم کی سیاہی خشک ہوئی جاتی ہے، میرا ان سے بہت نزدیکی تعلق تھا اور میں نے ان کو بہت قریب سے آزمایا۔

آگے تحریر فرماتے ہیں:-

كـان رحـمـه اللّٰه مثالا حياً للانسانية جمعاء ولا غرو لأنه اهلاً لهٰذا و ذاک فـانک امـام رجل عـركتـه الايـام و خبـرتـه التـجارب وله مواقف مع رؤساء الاسلام ليكتبها التـاريـخ باحرف من نور و يخطها بمداد من ذهب. كان رحـمـه اللّٰه وقاد الذكاء،سريع البديهة، حاضر الجواب، قـوى الـذاكـرة ملما بكل كبيرة و صغيرة تعرض عليه، ذوعيـنيـن اشبـه بـعيـنی الصقروضاء تان حادتي الحدس الشـخـميـن، لطيف النكتة يضعها في محلها وعلى محياه مـلامـح الـجـد والـعـزم وامـا منزلته العلمية فحدث ولا حرج ايحتاج النهار إلى دليل.

وہ رحمۃ اللہ علیہ پوری انسانیت کے لئے روشن اور زندہ مثال تھے اور اس میں کوئی تعجب نہیں، کیونکہ وہ اس کے اہل تھے، (تم ان سے ملاقات کرتے تو محسوس کرتے کہ) تم ایک ایسے شخص کے سامنے ہو جس کو زمانے نے تجربہ کار بنا دیا ہو۔ بادشاہان اسلام کے ساتھ ان کے ایسے روابط تھے جو تاریخ میں نور اور سونے کے پانی سے لکھے جائیں گے۔

وہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہایت ذہین، برجستگی و حاضر جوابی کے حامل اور نہایت قوی حافظہ کے مالک تھے، چھوٹی بڑی ہر وہ بات جو ان کے سامنے رکھی جاتی اس سے پوری طرح واقفیت اور شغف رکھتے تھے، عقاب کی طرح تیز اور چمکتی ہوئی آنکھیں، جو ذہانت و ذکاوت سے پُر، خوش مزاج اور بذلہ سنج اور رہی ان کی علمی قدر و منزلت تو اس کے بارے میں جو چاہو کہو کوئی مضائقہ نہیں، کیا دن بھی اپنے وجود کے لئے کسی دلیل کا محتاج ہے۔

فلقد عودنا رحمه اللّٰه لزيارة الغوث الاعظم (بغداد) سنوياً على عادتهٖ وكنا ننتظر قدومهٖ بفارغ الصبر حتى غدا اصدقاء ه و معارفه كثيرون ومن علية القوم لما لمسوه في هٰذا القادم الكريم كل معاني الاخلاص والوفاء. وكان يحمل بين جوانبهٖ قلباً كله صدق و ايثار مما اهّلاه لان يحتل مكاناً مرموقاً في المجالس الخاصة والعامة.

وہ اپنی عادت کے مطابق ہر سال غوث اعظم کی زیارت کے لئے بغداد آیا کرتے تھے، انھوں نے ہمیں اپنا عادی بنا دیا تھا، ہم پورے صبر کے ساتھ ان کا انتظار کیا کرتے تھے یہاں تک کہ جب قوم کے

سر برآوردہ لوگوں نے ان کے اندر اخلاص و وفا کی تمام صفات محسوس کیں تو ان میں سے بے شمار لوگ ان کے حلقۂ احباب میں شامل ہو گئے۔ وہ اپنے سینے میں ایک ایسا دل رکھتے تھے جو سراسر صدق و ایثار تھا، جس نے ان کو اس قابل بنا دیا تھا کہ عوام و خواص کی ہر مجلس میں نمایاں مقام حاصل کریں

نقیب الاشراف سیدنا حسام الدین گیلانی کے صاحبزادے حضرت سیدنا الشیخ پیر طاہر علاء الدین گیلانی بغدادی اپنے تعزیتی خط میں فرماتے ہیں:-

خاندان گیلانیہ کا ہر فرد اپنے دل سے اپنے ''مولوی'' کی یاد نہیں بھلا سکتا، مولانا عبدالقدیر قادری مرحوم کو ہم سب ''مولوی'' ہی کہا کرتے تھے، وہ ہمارے خاندان کے مثل ایک فرد کے تھے۔ ہمارا خاندان ان کی رائے کو بڑی وقعت دیتا تھا، وہ ایک بڑے پابند شریعت علامہ، محدث و فقیہ تھے۔ وہ ہر سال بغداد آتے تھے۔ ہمارے خاندان کے تمام افراد بہت خوش ہوتے تھے اور جب وہ رخصت ہوتے تھے تو ہم اگلے سال کے لئے ان کا انتظار شروع کر دیتے تھے۔

(مکتوب مشمولہ: نذرانۂ عقیدت، مرتبہ: افتخار حسین صدیقی قادری)

سید العلماء حضرت سید آل مصطفی قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:-

اخبار انقلاب کے امروزہ پرچہ میں پڑھا، صدمۂ عظیم سے دوچار ہوا۔ اس حقیر فقیر سے حضرت مغفور کے ذاتی تعلقات اور خاندانی روابط ایسے گونا گوں تھے کہ فقیر کو ان کی وفات نے غم واندوہ کے گہرے جذبات میں ڈبو دیا، افسوس خانوادۂ قادریہ برکاتیہ مجیدیہ کا مہر درخشاں غروب ہو گیا۔ ''موت العالم موت العالم'' کے مصداق ان کی موت نے عالم سنیت میں جو خلا بنایا توقع نہیں کہ وہ ہماری زندگی میں پُر ہو سکے۔

(تعزیتی مکتوب: مشمولہ ''تذکارِ محبوب'' ص:۲۱، مرتبہ: مولانا عبدالرحیم
قادری، ناشر تاج الفحول اکیڈمی بدایوں ۲۰۰۸ء)

شعر و سخن۔ حضرت عاشق الرسول نے جس ماحول اور جس عہد میں آنکھ کھولی وہاں ہر طرف شعر و سخن کا چرچا تھا۔ خود حضرت عاشق الرسول کے گھر میں عربی، فارسی اور اردو کے صاحب طرز شعراء موجود تھے۔ بدایوں تو اس وقت اساتذۂ سخن کی انجمن بنا ہوا تھا۔ آپ کے اساتذہ میں بھی اصحاب سخن کی کمی نہیں تھی۔ درگاہ قادری میں حضرت تاج الفحول کے عرس کے موقع پر حضرت احسن مارہروی اور حضرت مولانا عبدالماجد منظورؔ بدایونی کی زیرنگرانی مقامی و بیرونی شعراء اپنا تازہ کلام سنایا کرتے تھے۔ اس ادبی اور شعری ماحول میں آپ کی نشو و نما ہوئی۔ ذہانت، شعری ذوق اور موزوں طبیعت آپ نے وراثت میں پائی تھی۔ عربی، فارسی اور اردو کے ہزاروں شعر آپ کی نوک زبان پر تھے، جن کے برمحل اور باموقع استعمال پر آپ کو قدرت حاصل تھی، جماعت اسلامی کے سرگرم رکن اور عربی زبان وادب کے معروف اسکالر مولانا مسعود عالم ندوی اپنے سفرنامۂ عرب میں لکھتے ہیں:

> آج مولانا بدایونی کی صحبت میں شعر و شاعری کا چرچہ رہا، عربی، فارسی اردو کے مختلف شعرا کا کلام زیر بحث آیا، نعت گو شاعروں پر زیادہ گفتگو رہی، راقم نے بھی اپنا خیال عرض کیا، لیکن شعر خوانی کا سہرا مولانا کے ہی سر رہا، خوب حافظہ پایا ہے۔
>
> (دیار عرب میں چند ماہ، ص:۲۳، ادارہ معارف اسلامیہ لاہور)

اسی مجلس میں امام بوصیری کے قصیدۂ بردہ کا ذکر آ گیا اس پر بھی بڑی دلچسپ گفتگو ہوئی مولانا ندوی لکھتے ہیں:

> نعت گو شاعروں کے سلسلے میں عاجز نے بوصیری کے مشہور ''قصیدۂ بردہ'' کی تعریف کرتے ہوئے عرض کیا: اس میں بھی کم سے کم ایک شعر ایسا ہے جہاں مقام نبوت سے تجاوز ہو گیا ہے، وہ فوراً بولے:

یا اکرم الخلق ما لی من الوذ بہ

سواك عند حلول الحادث العمم

''اے سرورِ مخلوقات! آپ کے سوا کون ہے سخت مصیبتوں میں جس کی پناہ لے سکوں''

یہ پڑھتے ہوئے کہا'' یہ شعر میرا وظیفہ ہے''۔

(مرجع سابق:ص۲۳،۲۴)

گزشتہ صفحات میں میاں ظفیر احمد کے حوالے سے ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت نے شاہ ایران کے دربار میں برجستہ'' شاہنامۂ فردوسی'' کے اشعار پڑھ کر ایک بار بادشاہ کو غصہ دلایا اور پھر فوراً ہی شاہنامے سے ایسے اشعار پڑھے کہ شاہ خوش ہوگیا، حضرت کی اسی برجستگی کے سلسلہ میں مولانا مسعود عالم ندوی اپنا مشاہدہ لکھتے ہیں:

مولانا بدایونی اتفاق سے آ گئے انہوں نے دیکھتے ہی'' دختِ رز'' کی حرمت پر ایک شعر پڑھا اور چل کھڑے ہوئے۔

(مرجع سابق:ص۲۶)

حضرت عاشق الرسول نے بہت زیادہ شاعری نہیں کی مگر آپ کا جتنا بھی کلام ملتا ہے اس سے آپ کی زبان پر قدرت، نازک خیالی، فنِ شعر و سخن سے مکمل واقفیت اور اعلیٰ فکر کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کا ابتدائی کلام ماہنامہ'' شمس العلوم'' بدایوں میں شائع ہوا، اس کے علاوہ درگاہ قادری کے نعت خوانوں کے پاس متفرق تھا۔

حضرت عاشق الرسول نے غزل، قطعہ، رباعی، قصیدہ اور مثنوی ان تمام اصناف سخن کو برتا ہے۔ آپ کا زیادہ تر کلام نعت و منقبت میں ہے۔ قدیر تخلص فرماتے تھے۔

نمونۂ کلام

نور حق آ گیا آئینہ وحدت بن کر — چمکی تقدیر جہاں عالم کثرت بن کر
ہو گئے شاہ، گدائے در دولت بن کر — باڑے بانٹا کئے سب تیری بدولت بن کر
سب رسولوں کو ہدایت کی سند دی تم نے — سب کے محضر میں رہے مہر نبوت بن کر
اُن پہ مٹ جائیں گنہ گار تو زندہ ہو جائیں — جان پروانہ بنے شمع ہدایت بن کر
دور گردش ہو جو خورشید کو مل جائے بقیع — بیٹھ جائے کہیں شمع سر تربت بن کر
کلمہ پڑھنے لگا ابروئے شہ مہ نور — دی گواہی کبھی انگشت شہادت بن کر
اُن کی طلعت سے وہ ذرّہ کا ستارا چمکا — مہر محشر بھی رہا دیدۂ حیرت بن کر
اپنی نظروں سے گرا آپ تو عزت یہ ملی — پائی آغوش کرم اشکِ ندامت بن کر
اُنکے جلوہ سے ہے غوغائے قیامت بھی عزیز — دل زخمی میں کھبا شور ملاحت بن کر
شور ہے عالم بالا میں مچی ہیں دھومیں — نکلے قدسی سحر عید ولادت بن کر

عید میلاد میں اے قدؔر ملے گی عیدی
عرش سے آئے گی پروانۂ عزّت بن کر

☆

دید اک حقیقت تھی ہجر اک فسانہ تھا — ہم تھے جب مدینے میں وہ بھی کیا زمانہ تھا
یاد ہے فقط اتنا ہم تھے اور سجدے تھے — آ گئے بے خودی جانے کس کا آستانہ تھا

☆

دانش سے کہا میں نے کہ کیسا ہے یہ قہر — کیوں دہریہ بن جاتے ہیں علامۂ دہر
کہنے لگی اک کشتۂ نایاب ہے علم — پختہ ہو تو اکسیر ہے کچا ہو تو زہر

☆

ممنون یاس ہیں طلب خیروشر سے دور   لب ہیں دعا سے دور دعا ہے اثر سے دور
قاتل نے ذبح کرکے سبکدوش کردیا   اچھا ہوا کہ آج ہوئے بار سر سے دور

☆

مسجد ہو کہ میخانہ تعین مکاں کیا   پینا ہے مقرر تو یہاں کیا ہے وہاں کیا
یہ تفرقۂ دیروحرم خود ہیں منادی   بے فائدہ یہ شورش ناقوس واذاں کیا

☆

ہوں نیک کہ بد برا ہوں یا اچھا ہوں   کیسا ہی سہی غلام مولا کا ہوں
کوثر پہ نہ ظاہر ہو مری بد ذوقی   اس ڈر سے کبھی کبھی میں پی لیتا ہوں

☆

غوث الثقلین شاہ جیلانی ہیں   قطب الکونین شاہ جیلانی ہیں
عینینِ رسول ہیں حسن اور حسین   نورالعینین شاہ جیلانی ہیں

☆

ہم نے بغداد کی فضا دیکھی   یعنی شانِ خدا نما دیکھی
غوث اعظم کا آستاں دیکھا   رفعت چرخ جبہ سا دیکھی
ہاتھ باندھے ہوئے اثر دیکھا   ناز کرتی ہوئی دعا دیکھی
مستِ صہبائے غوث اعظم کی   چٹکیوں میں فنا بقا دیکھی

☆

پھر بھی واپس ہے تو آپ اے خود بدولت جانئے
دل کہ جس کے صرف لے لینے کو قیمت جانئے

جستجو میں اپنی ہے سرگشتۂ موج سراب
دل کہ جس کو قلزمِ عینِ حقیقت جانئے
دل میں جو کچھ ہے نہاں ،چینِ جبیں سے ہے عیاں
یعنی ساری واعظی کو اک سیاست جانئے
ایک میں حیرت زدہ دربارِ خواجہ میں ہوں اور
اک وہ تصویر خیالی جس کو حیرت جانئے

☆

گردش نرالی طرز سے کی چشم مست نے
اپنا طواف آپ کیا مے پرست نے

☆

عجب نازونیاز خادم وآقا کے جلوے ہیں
اِدھر بارانِ گریہ ہے،اُدھر برق تبسم ہے

وصال - ۶۸ رسالہ دینی خدمات کے بعد ۳ رشوال المکرّم ۱۳۷۹ھ مطابق ۳۱ مارچ ۱۹۶۰ء بروز جمعرات آپ نے وصال فرمایا۔ ۴ رشوال المکرّم کو بعد جمعہ عیدگاہ شمسی بدایوں میں ہزاروں عقیدت مندوں نے حضرت صاحب سجادہ آستانہ قادریہ کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی۔ آپ کو آپ کے پیرومرشد سرکار صاحب الاقتدار کے پہلو میں درگاہ قادری بدایوں میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کے بعد آپ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالحمید محمد سالم القادری آستانہ قادریہ کے سجادہ نشین ہوئے جو آج بھی اپنے فیوض و برکات سے ایک عالم کو فیض یاب فرمارہے ہیں۔

☆☆☆

مثنوی غوثیہ ایک جائزہ

مثنوی غوثیہ مخصوص حالات کے تحت بارگاہ غوثیت میں استغاثہ واستمداد کے طور پر نظم کی گئی تھی۔ مثنوی کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاعری وہ ہے جس کو ''از دل خیزد بر دل ریزد'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

عقیدت کی پختگی، جذبات کی صداقت، ناز و نیاز عشق کی جلوہ سامانی کے آمیزے نے اس میں عجیب وغریب سوز وگداز پیدا کر دیا ہے۔

مثنوی غوثیہ کا تاریخی پس منظر :

مثنوی ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۱۹ء میں نظم کی گئی تھی، اس کا تاریخی پس منظر جاننے کے لئے ہمیں ان حالات کا جائزہ لینا ہوگا جو جنگ عظیم کے دوران اور اس کے بعد عالم اسلام میں رونما ہوئے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب پہلی جنگ عظیم اپنی تمام تر تباہ کاریوں کے ساتھ ختم ہو چکی تھی، ترکی کی خلافت عثمانیہ خارجی اور داخلی دونوں محاذوں پر اس درجہ شکست خوردہ تھی کہ وہ اپنی آخری سانسیں گن رہی تھی۔ مغربی سازشوں کے نتیجہ میں ترکی اور عربی عصبیتیں انتہائی حدود میں داخل ہو چکی تھیں اور نجد وحجاز کی کشمکش اپنے عروج پر تھی۔

مارچ ۱۹۱۷ء میں برطانیہ نے بغداد پر قبضہ کیا اور ڈیڑھ سال بعد نومبر ۱۹۱۸ء میں موصل پر بھی برطانوی قبضہ ہو گیا۔ اس طرح پورا عراق برطانوی اقتدار کے تحت آ چکا تھا۔ والیٔ حجاز شریف حسین بن علی الہاشمی نے ترکوں سے بغاوت کر کے حجاز کی خودمختاری کا اعلان کر دیا تھا اور دسمبر ۱۹۱۶ء میں انگریزوں نے شریف حسین کو حجاز کا بادشاہ تسلیم کر لیا اور

عرب کے بعض علاقوں پر شاہ ابن سعود کی آزادانہ حکومت تسلیم کر لی۔

ہندستان میں یہ زمانہ اس معنی کر زبردست سیاسی اتھل پتھل کا تھا کہ یہاں تحریک خلافت (۱۹۱۹ء) شروع ہو چکی تھی، اور پوری قوم میں استحکام خلافت اسلامیہ اور آزادئ ہند کا جذبہ بیدار ہو چکا تھا۔

عراق پر اپنے قبضہ کے بعد انگریزوں نے ایک کارگزار حکومت قائم کر دی تھی جس کے وزیر اعظم نقیب الاشراف سید عبدالرحمٰن المحض گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے۔ اس کے بعد جب انگریزوں نے عراق کو آزاد کیا تو اس کی زمام حکومت شاہ فیصل بن حسین الہاشمی کے سپرد کی گئی جو ۱۹۲۱ء تا ۱۹۳۳ء عراق کے بادشاہ تھے، یہ شریف حسین بن علی الہاشمی والئ حجاز کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔

اس ہاشمی خاندان کے حضرت عاشق الرسول سے بہت گہرے مراسم تھے۔ ادھر عراق کے کارگزار وزیر اعظم نقیب الاشراف حضرت سید عبدالرحمٰن گیلانی خانوادۂ غوث اعظم کے فرد تھے، اس خانوادے سے بھی حضرت عاشق الرسول کا بہت مضبوط رشتہ عقیدت تھا، ان دونوں خاندانوں کے افراد حضرت کی رائے کو اہمیت دیتے تھے۔ حضرت عاشق الرسول کا معمول تھا کہ ہر سال ربیع الثانی کے مہینہ میں گیارہویں شریف کے موقع پر بغداد شریف حاضر ہوا کرتے تھے۔ ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۱۹ء میں بھی آپ نے عراق روانگی کا ارادہ کیا۔ لیکن اندازہ ہوتا ہے کہ اس بار کا سفر محض زیارت کے لئے نہیں تھا بلکہ اس کے پیچھے کچھ اہم ملی اور سیاسی مقاصد تھے۔ مثنوی غوثیہ میں آپ نے اس جانب ایک مبہم سا اشارہ کیا ہے:

غلبۂ کفر سے بیزار ہوئے — تیری رحمت کے طلب گار ہوئے
ماں کو بچوں کو بہن کو چھوڑا — وطن اور اہلِ وطن کو چھوڑا
میں بدایوں سے بعجلت نکلا — ہوا تقدیر کا لکھا پورا
میری جانب سے نہ تھی یہ تعجیل — بلکہ اِک حکم کی تھی یہ تعمیل
بات کہنے کی نہیں ہے پھر بھی — خود بدولت سے نہیں ہے مخفی

جس اشارے پہ چلا یہ مہجور جانتے ہیں وہ غلامانِ حضور

حضرت عاشق الرسول ہندستانی سیاست میں عملی طور پر سرگرم تھے، مجلس خدام کعبہ اور تحریک خلافت کے پر جوش رکن اور قائد تھے، جد جہد آزادی میں صف اول کے زعماء و قائدین میں شمار کئے جاتے تھے، لہٰذا حکومت کو خطرہ ہوا کہ یہ عراق جا کر برطانیہ کے خلاف محاذ آرائی نہ شروع کر دیں، اس زمانہ میں ضلع کلکٹر ہی سفری دستاویز جاری کیا کرتا تھا۔ ضلع کلکٹر نے پاسپورٹ جاری کرنے سے انکار کر دیا، حضرت نے اس کے باوجود سفر کا ارادہ قائم رکھا، اور بدایوں سے بمبئی کے لئے روانہ ہو گئے، کہ بمبئی میں پاسپورٹ کے حصول کی کوشش کی جائے، ضلع کلکٹر بدایوں کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے بمبئی پولس کمشنر کو تار کیا کہ مولانا عبدالقدیر بدایونی کا عراق جانا حکومت برطانیہ کے لئے مناسب نہ ہوگا، میں نے ان کے پاسپورٹ کی درخواست نامنظور کر دی ہے، لہٰذا بمبئی سے بھی پاسپورٹ جاری نہ کیا جائے، چنانچہ بمبئی میں بھی پاسپورٹ کی درخواست نامنظور کر دی گئی، بمبئی سے حضرت اجمیر شریف کے لئے روانہ ہوئے، وہاں کچھ روز قیام فرما کر حیدرآباد چلے گئے، ریاست حیدرآباد کے صوبۂ گلبرگہ کے گورنر نواب سردار نواز جنگ (جو غوث اعظم کی اولاد میں تھے اور حضرت تاج الفحول سے نسبت بیعت وارادت رکھتے تھے) نے آپ کو ریاست حیدرآباد کی طرف سے خصوصی پروانۂ راہداری جاری کر دیا، حیدرآباد سے حضرت بمبئی آئے، اور نہایت رازداری سے جہاز کے ٹکٹ وغیرہ کا انتظام کیا، روانگی سے ایک روز قبل بمبئی میں شہرت ہوگئی کہ کل حضرت بصرہ کے لئے روانہ ہو رہے ہیں، حکومت کے کارندے حرکت میں آ گئے، پولس کمشنر خود سفری دستاویز چیک کرنے کے لئے بندرگاہ پر پہنچا، کاغذات میں کوئی کمی نہ پا کر حضرت کو روکا تو نہیں البتہ بصرہ کے پولس کمشنر کو تار کر دیا کہ یہ لوگ حکومت کے مخالف ہیں یہ بغداد نہ پہونچ پائیں، جہاز جب شط العرب میں داخل ہوا تو بصرہ بندرگاہ سے پہلے پولس کی کشتیوں نے جہاز کو رکوالیا، کمشنر خود جہاز پر آیا، حضرت اور آپ کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے جہاز سے اتار لیا گیا اور بصرہ لے جا کر حوالات میں قید کر دیا گیا، اور

کہا گیا کہ جب یہ جہاز واپس جائے گا تو اسی سے اس قافلے کو واپس روانہ کر دیا جائے گا۔ جہاز جب بصرہ پہنچا تو جو لوگ حضرت کو لینے کے لئے آئے تھے وہ حضرت کو جہاز میں نہ پا کر مایوس ہوئے، بعد میں معلوم ہوا کہ ہندستان کے چند علما کو بیچ دریا میں اتار کر گرفتار کر لیا گیا ہے، ایک مقامی بااثر آدمی نے کسی طرح حوالات میں حضرت سے ملاقات کی صورت نکالی، حضرت نے ان سے فرمایا کہ فوراً نواب سردار نواز جنگ کو تار دو کہ آپ کے جاری کئے ہوئے پاسپورٹ کو شک کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے، اور ہم لوگوں کو بصرہ میں گرفتار کر لیا گیا ہے، ان صاحب نے حیدرآباد تار کیا، دو دن بعد ریاست حیدرآباد کی جانب سے پولس کمشنر بصرہ کے نام سرکاری تار بھیجا گیا کہ ''تم نے ریاست کے جاری کردہ پاسپورٹ پر شک کر کے ریاست کی توہین کی ہے، حکومت برطانیہ کے ذریعہ تم کو حیدرآباد طلب کر کے تمہارے اوپر توہین ریاست کا مقدمہ چلایا جائے گا، اس سے اگر بچنا چاہتے ہو تو ان لوگوں کو فوراً بغداد جانے کی اجازت دو''۔ چنانچہ کمشنر نے اس قافلہ کو رہا کیا اور بغداد جانے کی اجازت دی اور یہ قافلہ بغداد معلیٰ حاضر ہوا۔

انھیں حالات میں یہ مثنوی کہی گئی اور ممدوح کی بارگاہ میں درجۂ قبولیت کو پہنچی۔

حضرت عاشق الرسول کی ولادت سے بہت پہلے آپ کے والد حضرت تاج الفحول نے ایک منقبت کہی تھی، جس کا ایک شعر یہ تھا:

کشاں کشاں لئے جاتا ہے تیرا جذبۂ عشق
چلے عراق کو عاش اسیر کی صورت

حضرت عاشق الرسول فرمایا کرتے تھے کہ تاج الفحول نے یہ شعر میرے لئے کہا تھا جس کی تعبیر اس سفر عراق میں ظاہر ہوئی۔

مثنوی غوثیہ کی بعض تلمیحات :

حضرت عاشق الرسول کے جد محترم سیف اللہ المسلول سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی کا تخلص مستؔ تھا، حضرت سیف اللہ المسلول کئی مرتبہ بغداد معلیٰ حاضر ہوئے، ایک

حاضری میں آپ نے جلوۂ غوثیت کا مشاہدہ کیا، اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت عاشق الرسول فرماتے ہیں:

دین و ایمان کی جاں بھی تو ہے — مستؔ کا پیرِ مغاں بھی تو ہے
ہند سے جن کو بلایا تو نے — شربتِ دید پلایا تو نے
رتبۂ خاص سے ممتاز کیا — ہر طرح اُن کو سرافراز کیا
جلوۂ پاک دکھایا اپنا — مستؔ و متوالا بنایا اپنا
اُن کی آنکھوں کو پُر انوار کیا — قلب کو محرمِ اسرار کیا
بھر دیا لطف سے پیمانۂ عشق — کر دیا ساقیِ میخانۂ عشق

حضرت تاج الفحول کا وصال ۱۳۱۹ھ میں ہوا، اس وقت حضرت عاشق الرسول کی عمر صرف ۸ر برس تھی، وصال سے کچھ دن قبل حضرت تاج الفحول نے آپ کو اپنے پاس بلایا، محبت سے سر پر ہاتھ پھیرتے رہے، کچھ پڑھ کر دم کیا اور فرمایا: ''عبدالقدیر میں نے تمہیں غوث اعظم کی کفالت میں دیا''۔ حضرت عاشق الرسول فرماتے ہیں:

پیشوائے علماء تاجِ فحول — قبلہ و کعبۂ اربابِ قبول
پیرِ میخانۂ اہلِ عرفاں — مست کی جان ہمارا ایماں
حضرتِ مظہرِ حق عرش مقام — تیرے عاشق تھے جو تیرے ہم نام
دے گئے مجھ کو کفالت میں تری — ہوں میں طفلی سے ولایت میں تری

حضرت تاج الفحول کے وصال کے بعد حضرت عاشق الرسول کی پرورش آپ کے برادر اکبر سیدنا شاہ عبدالمقتدر مطیع الرسول قادری بدایونی نے کی۔ آپ حضرت عاشق الرسول کے بڑے بھائی تو تھے ہی، ان کے استاذ، مربی اور مرشد طریقت بھی تھے۔ عرس قادری کی ایک محفل میں سیدنا شاہ عبدالمقتدر مطیع الرسول قادری بدایونی کی موجودگی میں مشہور شاعر مولانا ضیاء القادری بدایونی نے ایک منقبت پڑھی۔ جب ضیاء صاحب نے یہ شعر پڑھا:

مقتدر صدر نشین در غوث الاعظم
میری قسمت کے ملا صاحب ارشاد مجھے

حضرت عاشق الرسول فرماتے ہیں:

وہ ترے خاک نشیں عرش پناہ ۔۔۔ سایۂ ختم رسل ظل اللہ
میرے مرشد مرے آقا مرے پیر ۔۔۔ تیرے جلوے کی سراپا تصویر
مظہرِ شانِ جمالی سرکار ۔۔۔ بات میں خلقِ نبی کے آثار
مجھ کو بیعت سے سرفراز کیا ۔۔۔ سلسلہ سے ترے ممتاز کیا
مستؔ کا جام دیا ہے مجھ کو ۔۔۔ بندۂ عشق کیا ہے مجھ کو
تجھ پہ قربان کیا ہے کہ نہیں ۔۔۔ ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے کہ نہیں

ابتداء میں ہم نے اُس وقت کے سیاسی حالات اور عالم اسلام کی صورت حال کا سرسری خاکہ پیش کیا تھا، انھیں حالات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت عاشق الرسول فرماتے ہیں:

بحر و بر سب نظر آتے ہیں خراب ۔۔۔ سرنگوں خم کی طرح جامِ حباب
عیش حاصل کوئی دم کو بھی نہیں ۔۔۔ چین سُکّانِ حرم کو بھی نہیں
کفر کعبہ کا نگہبان ہوا ۔۔۔ موت کا اپنی یہ سامان ہوا
اب ٹھکانہ نہیں مسلم کو یہاں ۔۔۔ لوٹ لی کفر نے جنسِ ایماں
رہنِ مے خرقۂ ایمانی ہے ۔۔۔ ہائے کیا بے سر و سامانی ہے
کفر حاکم ترے در کا ہو حضور ۔۔۔ ہم تو مرتے ہیں تری جان سے دُور

اپنے جد امجد سیف اللہ المسلول سیدنا شاہ فضل الرسول قادری کو بارگاہ غوثیت میں وسیلے کے طور پر پیش کرتے ہوئے مثنوی کا اختتام کرتے ہیں:

عرض ہو جائے گدا کی مقبول ۔۔۔ فضل کر فضل پئے فضل رسول

☆☆☆

مثنوی غوثیہ

☆

مرحبا ساقیِ بزمِ توحید — شانِ اطلاق برنگِ تقئید
بزمِ کثرت میں جو تصویریں ہیں — سب ترے نور کی تنویریں ہیں
دیکھتے ہیں ترے جلوے کو جو مست — یاد کر لیتے ہیں اقرارِ الست
شعلۂ طور ہے تیری صورت — نور ہی نور ہے تیری صورت
آئینہ بندیٔ عالم تجھ سے — تجھ سے اے نورِ مجسّم تجھ سے
تیری طلعت کا جو احساں ہو جائے — ذرّہ خورشید بداماں ہو جائے
نور تیرا ہو اگر جلوہ فگن — رند کے دیدہ و دل ہوں روشن
لطفِ عکسِ رُخِ روشن کر دے — میکدہ وادیٔ ایمن کر دے
تیرا جلوہ ہو جو میخانے میں — نور ہی نور ہو پیمانے میں
شمع قدرت ہے کہ ہے جامِ بلور — آتشِ تر ہے کہ برقِ سرِ طور
نور ہے بادہ کشوں کے دل میں — لیلیٔ حسن ہے اِس محمل میں
ہے ضیا بار شرابِ اطہر — چشمۂ مہر بنا ہے ساغر
عالمِ نور بنا میخانہ — شعلۂ طور ہوا پیمانہ
تیرے جلوے سے سیاہی شب کی — سرمۂ دیدۂ خورشید بنی

نور کی تیرے یہ پھیلی ہے جھلک — سب منور ہیں زمیں تا بہ فلک
کیا بچھائی ہے بساطِ انوار — کفِ ہر ذرّہ میں خورشید ہزار
شمع ہر مجلس و ہر محفل ہے — یعنی تو لیلیٰ ہر محمل ہے
رُخ پہ گیسو جو کبھی ملتے ہیں — حسن اور عشق گلے ملتے ہیں
کچھ عجب جلوۂ محبوبی ہے — یعنی مجموعۂ ہر خوبی ہے
زینتِ حسن شریعت تجھ سے — رونقِ عشقِ حقیقت تجھ سے
خانقاہیں ترے دم سے آباد — میکدے تیرے قدم سے آباد
محیِّ دینِ نبی بھی تو ہے — ساقیٔ بزمِ علی بھی تو ہے
زہد و تقویٰ کے لئے پیشِ نماز — اور رندوں کے لئے مایۂ ناز
ساقیٔ مست دکانِ تقویٰ — مہِ عیدِ رمضانِ تقویٰ
دین و ایمان کی جاں بھی تو ہے — مستؔ کا پیرِ مغاں بھی تو ہے
ہند سے جن کو بلایا تو نے — شربتِ دید پلایا تو نے
رتبۂ خاص سے ممتاز کیا — ہر طرح اُن کو سرافراز کیا
جلوۂ پاک دکھایا اپنا — مستؔ و متوالا بنایا اپنا
اُن کی آنکھوں کو پُر انوار کیا — قلب کو محرمِ اسرار کیا
بھر دیا لطف سے پیمانۂ عشق — کر دیا ساقیٔ میخانۂ عشق
اُس عنایت کا تصدق شاہا — پار فرمایئے میرا بیڑا
اُن پہ تھی جیسی عنایت کی نظر — اُس کے لائق تو نہیں حال مگر
پھر بھی اے غوثِ جہاں تیرا ہوں — بد ہوں یا نیک ہوں میں جیسا ہوں
کون کہتا ہے کہ ناکارہ نہیں — تم سلامت ہو تو بے چارہ نہیں
میں نے مانا کہ برا ہوں شاہا — مگر اچھوں نے بنایا تیرا
پیشوائے علماء تاجِ فحول — قبلہ و کعبۂ اربابِ قبول

پیرِ میخانۂ اہلِ عرفاں — مستؔ کی جان ہمارا ایماں
حضرتِ مظہر حق عرش مقام — تیرے عاشق تھے جو تیرے ہم نام
دے گئے مجھ کو کفالت میں تری — ہوں میں طفلی سے ولایت میں تری
وہ ترے خاک نشیں عرش پناہ — سایۂ ختم رسل ظل اللہ
میرے مرشد مرے آقا مرے پیر — تیرے جلوے کی سراپا تصویر
مظہرِ شانِ جمالی سرکار — بات میں خلقِ نبی کے آثار
مجھ کو بیعت سے سرفراز کیا — سلسلہ سے ترے ممتاز کیا
مست کا جام دیا ہے مجھ کو — بندۂ عشق کیا ہے مجھ کو
تجھ پہ قربان کیا ہے کہ نہیں — ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے کہ نہیں
تھے وہ بغدادِ معلیٰ میں مقیم — اور خدمت میں تھا یہ عبد اثیم
میں نے کچھ عرض کئے تھے احوال — ہوگا خدّامِ گرامی کو خیال
غرض اس امر میں ہے طول فضول — ہے ازل سے ترے بندوں میں شمول
ہاں برا ہوں مجھے اچھا کر دے — تو ابھی قطرے کو دریا کر دے
المدد المدد اے شاہِ شہاں — سخت مشکل میں ہے قلبِ حیراں
سخت طوفانِ پریشانی ہے — سر سے اونچا مرے اب پانی ہے
اک گرفتارِ بلا کون کہ میں — بیکس و بے سر و پا کون کہ میں
ایک پامالِ جفا کون کہ میں — مثلِ نقشِ کفِ پا کون کہ میں
ہمہ تن صورتِ بد اعمالی — ایک تصویر پریشاں حالی
ہدفِ تیرِ ملامت کہیے — تودۂ ناوکِ آفت کہیے
ذرّۂ گردِ رہِ ناکامی — سعیِ لا حاصلِ بد انجامی
شکنِ دلقِ فقیری کہیے — گردِ دامانِ غریبی کہیے
پیکرِ بے سر و سامانی ہوں — ایک آئینۂ حیرانی ہوں

ایک میرا ہی نہیں ہے یہ حال ہر مسلماں کے یہی ہیں احوال
بحر و بر سب نظر آتے ہیں خراب سرنگوں خم کی طرح جامِ حباب
عیش حاصل کوئی دم کو بھی نہیں چین سُکّانِ حرم کو بھی نہیں
کفر کعبہ کا نگہبان ہوا موت کا اپنی یہ سامان ہوا
اب ٹھکانہ نہیں مسلم کو یہاں لوٹ لی کفر نے جنسِ ایماں
رہنِ مے خرقۂ ایمانی ہے ہائے کیا بے سر و سامانی ہے
کفر حاکم ترے در کا ہو حضور ہم تو مرتے ہیں تری جان سے دُور
کہہ بھی سکتے نہیں حالِ بیداد خامشی ہے مری گویا فریاد
ان مصائب سے ہوئے جب رنجور نکلے فریاد کناں سوئے حضور
غلبۂ کفر سے بیزار ہوئے تیری رحمت کے طلبگار ہوئے
ماں کو بچوں کو بہن کو چھوڑا وطن اور اہلِ وطن کو چھوڑا
میں بدایوں سے بعجلت نکلا ہوا تقدیر کا لکھا پورا
میری جانب سے نہ تھی یہ تعجیل بلکہ اِک حکم کی تھی یہ تعمیل
بات کہنے کی نہیں ہے پھر بھی خود بدولت سے نہیں ہے مخفی
جس اشارے پہ چلا یہ مہجور جانتے ہیں وہ غلامانِ حضور
ایسی حالت میں مرا رہ جانا سخت مشکل ہے یہ غم سہہ جانا
رنج سے دل مرا ہل جائے گا حوصلہ خاک میں مل جائے گا
ہے مرا دیدۂ تر دریا بار ہنستے پھرتے ہیں ابھی سے اغیار
اُن کا ہنسنا ہے مرا رونا ہے تیری غیرت کا تقاضا کیا ہے
تو ہے روتوں کو ہنسانے والا بگڑی قسمت کا بنانے والا
دلِ مردہ کا جلانے والا گلِ پژ مُردہ کھلانے والا
سن لے فریاد جو میخواروں کی بات رہ جائے گنہگاروں کی

تیرا احسان اگر ہو جائے — شبِ فرقت کی سحر ہو جائے
ابھی طوفان یہ ہٹ جاتا ہے — سارا نقشہ ہی پلٹ جاتا ہے
کوئی تدبیر مرے پاس نہیں — تیری رحمت سے مگر یاس نہیں
بحر و بر سب ہیں مسخر تیرے — تو جو چاہے ابھی دم میں کر دے
تیرے فرمان کی واجب تعمیل — حکم میں تیرے نہیں ہے تحویل
روز روشن کی ترے شام نہیں — کہ یہاں گردشِ ایّام نہیں
لب ہلانے کی ترے ہے تاخیر — ابھی بن جاتی ہے بگڑی تقدیر
نیک سے نیک ہو انجام ابھی — نام تیرا ہو مرا کام ابھی
فضل تیرا جو مرے ساتھ رہے — تو یہ میدان مرے ہاتھ رہے
تو جہاں جلوہ نما ہوتا ہے — بس وہاں فضلِ خدا ہوتا ہے
جس جگہ تیری سواری آئی — ساتھ ہی رحمتِ باری آئی
تو اگر پیرِ خرابات بنے — میکدہ قبلۂ حاجات بنے
الغرض تیری اگر ہو امداد — ابھی مل جاتی ہے راہِ بغداد

عرض ہو جائے گدا کی مقبول
فضل کر فضل پئے فضل رسول

☆☆☆

مطبوعات تاج الفحول اکیڈمی بدایوں

۱۔ **احقاق حق** (فارسی) - سیف اللہ المسلول سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی
ترجمہ وتخریج، تحقیق: مولانا اسید الحق قادری، صفحات - ۱۵۶، قیمت - ۶۰/روپے

۲۔ **عقیدۂ شفاعت** کتاب وسنت کی روشنی میں -
سیف اللہ المسلول سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی
تسہیل وتخریج: مولانا اسید الحق قادری، صفحات - ۱۲۲، قیمت - ۴۰/روپے

۳۔ **مناصحة فی تحقیق مسائل المصافحة** (عربی) -
تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر قادری بدایونی
ترجمہ وتخریج: مولانا اسید الحق قادری صفحات - ۶۴، قیمت - ۲۰/روپے

۴۔ **طوالع الانوار** (تذکرۂ فضل رسول) - مولانا انوار الحق عثمانی بدایونی،
تسہیل وترتیب: مولانا اسید الحق قادری صفحات - ۱۰۴، قیمت - ۳۵/روپے

۵۔ **البناء المتین فی احکام قبور المسلمین** - مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی،
تخریج وتحقیق: مولانا دلشاد احمد قادری صفحات - ۴۰، قیمت - ۱۵/روپے

۶۔ **تذکار محبوب** (تذکرۂ عاشق الرسول مولانا عبد القدیر قادری بدایونی) -
مولانا عبد الرحیم قادری بدایونی صفحات - ۶۴، قیمت - ۲۰/روپے

۷۔ **مدینے میں** (مجموعۂ کلام) - تاجدارِ اہل سنت حضرت شیخ عبد الحمید محمد سالم قادری بدایونی
صفحات - ۶۸، قیمت - ۲۰/روپے

۸۔ **مولانا فیض احمد بدایونی** - پروفیسر محمد ایوب قادری،
تقدیم وترتیب: مولانا اسید الحق قادری، صفحات - ۶۴، قیمت - ۲۰/روپے

۹۔ **قرآن کریم کی سائنسی تفسیر** ایک تنقیدی مطالعہ - مولانا اسید الحق قادری
صفحات - ۶۴، قیمت - ۲۰/روپے

۱۰۔ مولانا فیض احمد بدایونی اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء (ہندی) - محمد تنویر خان قادری بدایونی
صفحات - ۴۰، قیمت - ۲۰/روپے

۱۱۔ **سیرت مصطفیٰ** (ﷺ) **کی جھلکیاں** (ہندی) - محمد تنویر خان قادری بدایونی
صفحات - ۴۴، قیمت - ۲۰/روپے